UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/journal.v4i1.302

حدیثِ مرسل سے استدلال: ابن حزم اور جمہور فقہاء کے نقطۂ نظر کا تقابلی مطالعہ

Derivation from Hadith-e-Mursal: A Comparative Study of the Perspectives of Ibn e Ḥazm and the majority of jurists

Dr. Hafiz Tahir Islam
Lecturer, Department of Islamic Thought, History & Culture,
Allama Iqbal Open University, Islamabad, Pakistan.
Email: tahir.islam@aiou.edu.pk

Dr. Zafar Iqbal
Lecturer, Department of Quran & Tafseer, Allama Iqbal
Open University, Islamabad, Pakistan.

Abstract:

A Scholars of Hadith, Fiqh and Islamic Jurisprudence have different point of views regarding Hadith-e-Mursal. From its definition to legitimacy, different perspectives have been submitted from early Islamic history to contemporary era about its each segment. Ibn Ḥazm was a kingpin of Aḥl-e-Zahir. He was a learned scholar of Hadith, Fiqh and Jurisprudence, all three sciences. He discussed this topic in his scholarly work with all its pros and cons. He had defined the Mursal Hadith and its legal status in Islamic paradigm. This article covers the comparative analysis of the opinions of Ibn Ḥazm and other scholars.

Keywords: *Ibn e Ḥazm, Hadith-e-Mursal, Jurists, Uṣūl al-fiqh, Uṣūl al- Hadith*

تعارف:

حدیثِ مرسل کی تعریف سے لے کر اس کی حجیت و استناد کے متعلق مختلف مکاتبِ فکر اور علما میں بہت کچھ اختلافات پائے جاتے ہیں۔ یہ مسئلہ اصولِ حدیث، اصولِ فقہ اور فقہ میں بحث و نظر کا مرکز رہا ہے۔ اصول حدیث میں حدیثِ مرسل کی تعریف اور ماہیت، اصول فقہ میں اس کی استنادی حیثیت اور فقہ میں اس سے فروعی جزئیات پر استدلال، اختلاف و مناقشے کا عنوان بنتا ہے؛ اس طرح محدثین، فقہا اور اصولیین نے اس باب میں مختلف رائیں اپنائی ہیں۔ ابو محمد علی بن احمد ابن حزم (م456ھ) ظاہری مکتبِ خیال کے نمایاں فقیہ اور مجتہد شمار کیے جاتے ہیں بل کہ شہرت کے اعتبار سے ظاہری مسلک کے بانی امام داؤد بن علی ظاہری (م270ھ) پر بھی سبقت لے گئے ہیں اور آج فقہ اہلِ ظاہر کے تعارف کا بنیادی ترین مصدر انھی کی تصنیفات ہیں۔ ابن حزم علم حدیث، علم فقہ اور علم الاصول، تینوں میں کامل دست گاہ رکھتے تھے جس کا ثبوت ان کی تصنیفات سے ملتا ہے۔ اصول فقہ میں انھوں متعدد کتابیں لکھیں جن میں "الاحکام فی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

اصول الأحکام'' کو بڑی شہرت ملی اور آج بھی وہ علم الاصول میں مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔ فقہ میں ان کی شہرۂ آفاق کتاب ''المحلّیٰ'' ہے جس میں ظاہری اسلوبِ استدلال کی ترجیح ثابت کی ہے۔ شافعی فقیہ عزالدین بن عبدالسلام (م 660ھ) کا کہنا ہے کہ کتبِ اسلام میں ابن حزم کی ''المحلّیٰ'' اور ابن قدامہ (م 620ھ) کی ''المغنی'' جیسی کوئی اور کتاب نہیں ہے۔ محدث شمس الدین ذہبی (م 748ھ) نے بھی اس کی تائید کی ہے۔[1] ابن حزم اپنی کتابوں میں احادیث کو سند سے روایت کرتے ہیں اور ان کے اسناد و متون پر صحت و ضعف کا حکم بھی لگاتے ہیں جس سے حدیث کی روایت و تحقیق میں ان کی مہارت کا اندازہ ہوتا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں حدیث مرسل سے متعلق مختلف اہل علم کی آرا کے ساتھ ابن حزم کے نقطۂ نظر کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

حدیثِ مرسل؛ معنیٰ و مفہوم

مرسل کا لغوی مفہوم

مرسل کا لفظ ارسال سے نکلا ہے جس کے معنی اطلاق، عدم تقیید اور نظر انداز کر دینے کے ہیں۔ لسان العرب میں ہے:

أرسل الشئ أطلقه و أهملهٔ[2]

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

أَلَمْ تَرَ أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا[3]

''کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ ہم نے ان منکرینِ حق پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو انھیں خوب خوب (مخالفتِ حق پر) اُکسا رہے ہیں؟''

حدیثِ مرسل کو یہ نام اس لیے دیا جاتا ہے کہ ارسال کرنے والا اسے کسی راوی سے مقید کرنے کے بجائے مطلق رہنے دیتا ہے یا اس کی سند کے بعض حصے کو نظر انداز کر دیتا ہے۔[4]

بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ ارسال عربوں کے اس محاورے سے ماخوذ ہے: جاء القوم ارسالاً ای متفرقین۔ یعنی لوگ جدا جدا آئے۔ حدیثِ مرسل میں بھی سند کا بعض حصہ دوسرے حصے سے الگ ہوتا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اس میں سرعت کا مفہوم ملحوظ ہے کیوں کہ ناقة رسل تیز رفتار اونٹنی کو کہا جاتا ہے۔ گویا ارسال کرنے والے نے جلدی سے کام لیا اور سند کے کچھ حصے کو حذف کر دیا۔[5] چوتھی توجیہ کے مطابق اس کا ماخذ اِسترسال ہے جس کے معنی استیناس، اعتماد اور طمانینت کے ہیں۔ یعنی ارسال کرنے والے کو راوی پر اعتماد اور اطمینان ہوتا ہے، اس لیے وہ اس کا نام چھوڑ کر مرسل روایت کرتا ہے۔[6]

مرسل کی اصطلاحی تعریف

حدیث مرسل کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں جن میں سے بعض میں جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ ان میں دو تعریفیں زیادہ اہم اور مشہور ہیں جو یہاں نقل کی جاتی ہیں۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

پہلی تعریف

متقدمین نے مرسل کا اطلاق منقطع پر کیا ہے؛ ان کے نزدیک ہر وہ روایت مرسل ہے جس کی سند میں سے ایک یا ایک سے زائد راوی ساقط ہو۔ ابو بکر خطیب البغدادی (م463ھ) لکھتے ہیں:

لا خلاف بين أهل العلم أن إرسال الحديث الذي ليس بتدليس هو رواية الراوي عمن لم يعاصره أو لم يلقه[7]

"اہل علم کے مابین اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ ارسال حدیث، جو تدلیس نہ ہو، سے مراد راوی کی وہ روایت ہے جو وہ اس شخص سے کرے جو اس کا معاصر نہ ہو یا اس سے اس کی ملاقات ثابت نہ ہو۔"

چناں چہ امام ابو داؤد (م275ھ) نے حضرت ابن مسعودؓ سے عون بن عبد اللہ کی روایت کو مرسل کہا ہے کیوں کہ عون نے عبد اللہ بن مسعودؓ کو نہیں پایا ہے۔[8]

شمس الحق عظیم آبادی (م1911ء) نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہاں مرسل سے مولف کی مراد منقطع ہے کیوں کہ یہ انقطاع کی صورت ہے کہ سند کے کسی بھی مقام سے ایک یا زائد راوی ساقط ہو۔[9]

محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی (م902ھ) کے مطابق متقدمین ائمہ محدثین میں ابو زرعہ رازی (م264ھ)، ابو حاتم رازی (م270ھ)، ابو الحسن علی دار قطنی (م385ھ) اور احمد بن حسین بیہقی (م458ھ) نے منقطع پر مرسل کا اطلاق کیا ہے۔ اسی طرح امام محمد بن اسماعیل بخاری (م256ھ) نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے امام ابراہیم نخعی (م96ھ) کی روایت کو مرسل کہا ہے کیوں کہ نخعی نے حضرت ابو سعیدؓ سے حدیث نہیں سنی۔[10]

فقہا اور اصولیین کی اکثریت نے بھی مرسل کے اسی مفہوم کو اختیار کیا ہے۔ یحیٰ بن شرف نووی (م676ھ) لکھتے ہیں:

وأما المرسل فهو عند الفقهاء والأصوليين والخطيب البغدادي وجماعة من المحدثين: ما انقطع إسناده على أي وجه كان انقطاعه؛ فهو عندهم بمعنى المنقطع[11]

"فقہا، اصولیین، خطیب بغدادی اور محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک مرسل وہ ہے جس کی سند منقطع ہو خواہ اس کا انقطاع کہیں بھی ہو۔ تو مرسل ان کے ہاں منقطع کے معنی میں ہے۔"

محمد بن علی شوکانی (م1259ھ) نے اسی کو جمہور علماے اصول کا موقف بتلایا ہے۔[12]

دوسری تعریف

مرسل کی دوسری تعریف کے مطابق وہ روایت جسے تابعی رسول اللہ ﷺ سے بیان کرے اور صحابی کا نام نہ لے، مرسل کہلاتی ہے۔ ابو عبد اللہ حاکم (م405ھ) لکھتے ہیں:

فإن مشايخ الحديث لم يختلفوا في أن الحديث المرسل هو: الذي يرويه المحدث بأسانيد متصلة إلى التابعي فيقول التابعي: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم[13]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

"مشائخ حدیث کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ حدیثِ مرسل سے مراد وہ روایت ہے جسے محدث تابعی تک متصل سند سے بیان کرے اور تابعی کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا۔"

ابن حجر (م852ھ) مرسل کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و صورته ان يقول التابعی سواء كان كبيرا او صغيرا: قال رسول الله ﷺ كذا، او فعل كذا، او فعل بحضرته كذا، او نحو ذلك[14]

"اس کی صورت یہ ہے کہ تابعی خواہ بڑا ہو یا چھوٹا، یہ کہے: رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا؛ یا یوں کیا؛ یا آپ حضرت ؐ کی موجودگی میں یوں کیا گیا؛ یا اس سے ملتی جلتی بات کہے۔"

خطیب بغدادی اگرچہ مرسل کی پہلی تعریف کو مرجح سمجھتے ہیں لیکن ان کے مطابق مرسل کی اصطلاح زیادہ تر اسی دوسرے مفہوم میں مستعمل ہے؛ یعنی جس میں تابعی نبی کریم ﷺ سے روایت کرے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

وَأَمَّا الْمُرْسَلُ , فَهُوَ: مَا انْقَطَعَ إِسْنَادُهُ , بِأَنْ يَكُونَ فِي رُوَاتِهِ مَنْ لَمْ يَسْمَعْهُ مِمَّنْ فَوْقَهُ , إِلَّا أَنَّ أَكْثَرَ مَا يُوصَفُ بِالْإِرْسَالِ مِنْ حَيْثُ الِاسْتِعْمَالُ مَا رَوَاهُ التَّابِعِيُّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.[15]

نووی (م676ھ) نے مرسل کی اسی تعریف کو محدثین کی اکثریت کا مذہب قرار دیا ہے۔[16]

متقدمین میں سے بعض نے تابعی کے لیے کبیر کی شرط لگائی ہے لیکن جمہور محدثین کے نزدیک تابعی کبیر ہو یا صغیر، دونو صورتوں میں روایت مرسل کہلائے گی۔ ابن الصلاح (م548ھ) نے لکھا ہے:

والمشهورُ: التسويةُ بين التابعين أجمعين في ذلك[17]

"مشہور یہی ہے کہ اس میں تمام تابعین برابر ہیں۔" یعنی بڑے چھوٹے کی کوئی قید نہیں ہے۔

ابن حجر نے بھی اس قید کی نفی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ولم ار تقييده بالكبير صريحاً عن احدم لكن نقله ابن عبدالبر عن قوم[18]

"میں نے تابعی کے لیے کسی سے صراحتاً کبیر کی قید نہیں دیکھی، اگرچہ ابن عبدالبر نے اسے ایک گروہ سے نقل کیا ہے۔"

ابن حزم کے نزدیک مرسل کی تعریف

ابن حزم نے مرسل پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے اور اس کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس سے استدلال کا حکم بھی واضح کیا ہے۔ ان کے نزدیک مرسل کی تعریف یہ ہے:

المرسل من الحديث، هو الذي سقط بين أحد رواته وبين النبي ﷺ ناقل واحد فصاعداً، وهو المنقطع أيضاً[19]

"مرسل حدیث وہ ہے جس کے ناقل اور نبی کریم ﷺ کے مابین ایک یا ایک سے زائد راوی ساقط ہو؛ اور یہی منقطع بھی ہے۔"

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

ابن حزم نے ایک دوسرے انداز میں بھی مرسل کا مفہوم واضح کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

و المرسل هو ما كان بين احد رواته، او بين الراوى، و بين النبى ﷺ من لا يعرف[20]

''مرسل وہ روایت ہے جس کے راویوں میں کوئی راوی یا راوی اور نبی اکرم ﷺ کے مابین کوئی شخص نامعلوم ہو۔''

ابن حزم نے اپنی کتاب **النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین** میں مرسل کا وہ معنٰی بھی کیا ہے جو جمہور محدثین کی تعریف سے مماثلت رکھتا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے:

و منه ما نقل كذلك، والقطع فى طريقه، مثل ان يبلغ الى التابع، ثم يقول: قال رسول الله ﷺ، فهذا المرسل[21]

''خبر واحد کی ایک قسم وہ ہے جو ایک راوی، دوسرے ایک راوی سے نقل کرے لیکن اس میں قطع واقع ہو جائے؛ مثلاً وہ تابعی تک پہنچ جائے اور پھر کہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا۔ تو یہی مرسل ہے۔''

یہ آخری تعریف بہ ظاہر جمہور محدثین کی تعریف کے مماثل ہے لیکن جب اسے دیگر تعریفوں سے ملا کر دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابن حزم کے نزدیک مرسل صرف اسی ایک صورت میں محصور نہیں ہے جیسا کہ اس کی مثالیں موجود ہیں جو آگے نقل کی جا رہی ہیں۔

ابن حزم اور جمہور علما کی تعریف مرسل کا تقابل

سطورِ بالا میں محدثین، فقہا اور اصولیین کی جو تعریفیں نقل کی گئی ہیں، ان کے ساتھ ابن حزم کی تعریف کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ ائمہ متقدمین، اہلِ اصول اور فقہا کی تعریف کے قریب تر ہے۔ ان کے الفاظ اگرچہ جداگانہ ہیں لیکن معنوی طور سے ان میں اشتراک پایا جاتا ہے کیوں کہ متقدمین ائمہ حدیث نے مرسل کو منقطع کے معنی میں لیا ہے جیسا کہ امام بخاری، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم رازی اور امام ابوداؤد کا موقف اوپر آ چکا ہے۔ اسی طرح خطیب بغدادی اور اہلِ اصول کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے۔ ابن حزم نے بھی اسی امر کی صراحت کی ہے کہ مرسل، منقطع ہی ہے۔

ابن حزم کی تعبیر کے مطابق اگر سند میں کوئی راوی نامعلوم ہے تو وہ بھی مرسل ہے؛ اور یہ نکتہ دیگر متقدمین کی تعریف میں نمایاں نہیں ہے جیسا کہ ابن حزم نے اسے خصوصیت سے اجاگر کیا ہے۔

اس سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ جمہور متاخر محدثین کی تعریف مرسل ابن حزم سے الگ ہے جو صرف تابعی کی رسول اللہ ﷺ سے بہ راہ راست روایت ہی کو مرسل قرار دیتے ہیں۔ ابن حزم سے منقول تیسری تعریف سے یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ شاید وہ بھی مرسل کو صرف تابعی کی نبی کریم ﷺ تک ہی محدود سمجھتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیوں کہ انھوں نے اس کے علاوہ روایت کی بعض دیگر صورتوں کو بھی مرسل کا نام دیا ہے۔ ذیل کی مثال سے اس کی وضاحت ہو سکے گی۔ ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے ابن حزم لکھتے ہیں:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

و رُوِیَ ایضاً عَن علی مُرسَلاً[22]

یہ روایت حضرت علیؓ سے ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ نے بیان کی ہے حالاں کہ انھوں نے حضرت علیؓ کو نہیں پایا؛ اس اعتبار سے یہ روایت متاخرین کی اصطلاح کے مطابق مرسل کے بجاے منقطع کے زمرے میں آتی ہے لیکن ابن حزم اسے مرسل ہی قرار دے رہے ہیں جس سے یہ نکتہ آشکار ہوتا ہے کہ وہ متاخرین کی تعریف مرسل سے مکمل اتفاق نہیں رکھتے بل کہ اسے وسیع تر مفہوم پر محمول کرتے ہیں اور انقطاع والی روایت کو بھی مرسل ہی شمار کرتے ہیں۔

حدیث مرسل سے استدلال: علما کے نقطہ ہاے نظر

حدیثِ مرسل کے قابل استدلال یا مقبول و مردود ہونے کے ضمن میں علما تین گروہوں میں منقسم ہیں:

ایک گروہ کے نزدیک مرسل روایت مطلقاً مقبول اور قابل حجت ہے۔

دوسرے گروہ کی راے میں مرسل مطلقاً مردود اور نا قابل استدلال ہے۔

تیسرا موقف یہ ہے کہ حدیثِ مرسل چند شرائط کے ساتھ قابل قبول ہے۔

ان کے قائلین اور دلائل کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جارہا ہے۔

پہلا موقف: مرسل کی حجیت

امام ابو حنیفہ (م 150ھ) اور امام مالک (م 179ھ) کے نزدیک مرسل روایات حجت ہیں اور ان سے فقہی مسائل پر استدلال درست ہے۔ ان دونو ائمہ نے صرف ارسال کرنے والے کے لیے ثقہ ہونے کی شرط عائد کی ہے۔ ان کے علاوہ سیف الدین آمدی (م 631ھ)[23]، کثیر فقہا اور جمہور معتزلہ کی بھی یہی راے ہے۔ امام احمد (م 241ھ) سے بھی ایک روایت یہی منقول ہے کہ مرسل حجت ہے۔

ابن عبد البر (م 463ھ) امام مالک کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و اصل مذهب مالك رحمه الله ان مرسل الثقة تجب به الحجة و يلزم العمل به[24]

"امام مالک کے مذہب کی اصل یہ ہے کہ ثقہ راوی کی مرسل روایت سے حجت واجب ہو جاتی ہے اور اس پر عمل لازم ہے۔"

قاضی ابو الولید الباجی (م 474ھ) لکھتے ہیں:

"اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر ارسال کرنے والا نا قابل اعتماد ہو تو اس کی روایت پر عمل واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ محتاط ہے اور صرف ثقہ راویوں ہی سے روایت کرتا ہے، جیسے ابراہیم نخعی اور سعید بن مسیب (م 94ھ)؛ تو امام مالک اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس پر عمل واجب ہے۔"[25]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ مرسل روایت کو اسی صورت میں حجت سمجھتے ہیں، جب ارسال کرنے والا ثقہ ہو۔ حنفی فقہا نے یہ صراحت بھی کی ہے کہ صرف دوسری اور تیسری صدی ہجری کے راویوں ہی کی مرسل روایت قبول کی جائے گی۔ علاء الدین عبد العزیز بخاری (م730ھ) نے لکھا ہے:

"دوسری اور تیسری صدیوں کی مرسل روایت ہمارے نزدیک حجت ہے اور امام مالک کا بھی یہی مذہب ہے۔ امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور اکثر متکلمین بھی اسی کے قائل ہیں۔"[26]

امام احمد بھی مرسل کو اسی صورت میں قبول کرتے ہیں جب وہ ایسے ثقہ راوی سے مروی ہو جو صرف ثقہ راویوں ہی سے ارسال کرتا ہے۔[27]

حجیتِ مرسل کے دلائل

حدیثِ مرسل کو حجت ماننے والوں نے اس کے لیے درج ذیل دلائل پیش کیے ہیں:

1. اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ[28]

"اور یہ کچھ ضروری نہ تھا کہ اہلِ ایمان سارے کے سارے ہی نکل کھڑے ہوتے، مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ ان کے آبادی کے ہر حصہ میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبر دار کرتے تاکہ وہ (غیر مسلمانہ روش سے) پرہیز کرتے۔"[29]

اس سے استدلال یوں ہے کہ جب دین کا فہم حاصل کرنے والا طائفہ اپنی قوم میں واپس آ کر انھیں انذار و تبلیغ کرے تو اس کی خبر کو قبول کرنا لازم ہے۔ اس میں اسناد اور ارسال یا صحابہ و تابعین کی خبر میں فرق نہیں کیا گیا۔ لہٰذا احادیثِ مرسل مقبول اور قابل حجت ہے۔[30]

2. ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَن تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ[31]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔"[32]

اس آیت کریمہ کی رُو سے خبر کی تحقیق کا حکم صرف اسی صورت میں ہے جب خبر دینے والا فاسق ہو؛ چناں چہ اگر وہ فاسق نہیں ہے بل کہ ثقہ اور عادل ہے تو اس کی خبر کی تحقیق ضروری نہیں ہے۔ اس بنا پر جب ایک ثقہ راوی مرسل روایت بیان کرے تو اسے قبل کرنا لازم ہے جیسا کہ اس کی مسند روایت قبول کی جاتی ہے۔[33]

3. رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/journal.v4i1.302

أَلَا لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ[34]

"آگاہ رہو کہ تم میں جو حاضر ہے، وہ غیر حاضر تک (یہ پیغام) پہنچادے۔"

اس حدیث میں تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے اور مسند و مرسل میں کوئی تفریق نہیں کی گئی؛ پس جیسے مسند پر عمل کیا جاتا ہے، اسی طرح مرسل پر عمل بھی لازم ہے۔[35]

4. حضرت عمر بن خطابؓ کا ارشاد ہے:

المسلمون عدولٌ، بعضُهم على بعض، إلاَّ مجلودًا في حَدٍّ، أو مُجَرَّبًا في شهادة زورٍ، أو ظنينًا في ولاءٍ أو قرابة.[36]

"مسلمان ایک دوسرے کے بالمقابل عادل ہیں؛ سوائے اس کے جسے کسی حد میں کوڑے لگے ہوں، یا اس سے جھوٹی گواہی دینا ثابت ہو، یا وہ اپنی نسبت اور قرابت میں غلط بیانی کا مرتکب ہو۔"

حجیتِ مرسل کے قائلین کا کہنا ہے کہ حضرت عمرؓ نے قبول خبر میں صرف اسلام کا ذکر کیا ہے، الا یہ کہ اس سے خلاف عدالت کوئی امر صادر ہو؛ اور اگر ایسا ہوتا تو تابعی ایسے مجروح شخص سے روایت ہی نہ کرتا۔ لیکن اگر ایسا کوئی معاملہ نہ ہو تو پھر اصل یہی ہے کہ اس کی خبر مقبول ہے۔[37]

دوسرا موقف: مرسل کی عدم حجیت

جمہور محدثین مرسل کو حجت تسلیم نہیں کرتے۔ فقہا اور اصولیین کے ایک گروہ کا بھی یہی موقف ہے۔ امام مسلم (م 261ھ) مرسل کے متعلق محدثین کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والمرسل من الروایات فی اصل قولنام وقول اهل العلم بالاخبار لیس بحجة[38]

"مرسل روایات ہمارے اور علمائے احادیث کے اصل قول کے مطابق حجت نہیں ہیں۔"

امام ترمذی (م 279ھ) نے محدثین کی رائے یوں اجاگر کی ہے:

والحدیث اذا کان مرسلاً فانه لا یصح عند اکثر اہل الحدیث، و قد ضعفه غیر واحد منهم[39]

"حدیث جب مرسل ہو تو اکثر اہل الحدیث کے نزدیک وہ صحیح نہیں ہے اور ان میں سے متعدد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔"

صلاح الدین العلائی (م 761ھ) نے امام مسلم کے مندرجہ بالا قول پر تعلیق چڑھاتے ہوئے لکھا ہے کہ ابن عبد البر (م 463ھ) کا قول بھی اسی کے موافق ہے اور جمہور یا تمام ہی محدثین اسی کے قائل ہیں۔ اسی طرح ائمہ محدثین یحیٰ بن معین (م 233ھ)، ابو بکر ابن ابی شیبہ (م 235ھ)، محمد بن اسماعیل بخاری (256ھ)، ابو داؤد (م 275ھ)، محمد بن عیسیٰ ترمذی (م 279ھ)، احمد بن شعیب نسائی (م 303ھ)، ابو بکر ابن خزیمہ (م 311ھ)، حاکم نیشاپوری (م 405ھ) اور احمد بن حسین بیہقی (م 458ھ) کا بھی یہی مذہب ہے۔[40]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/journal.v4i1.302

مرسل حدیث کی عدم حجیت کے قائلین کے دلائل قدرے تفصیل سے آگے ذکر ہوں گے؛تاہم ان کی ایک عقلی دلیل یہ ہے کہ ارسال کرنے والے کے متعلق یہ احتمال ہے کہ وہ صحابی کے بجائے کسی اور راوی مثلاً تابعی سے روایت کر رہا ہو جب کہ تمام تابعی ثقہ نہیں ہیں؛ بہ خلاف صحابہؓ کے۔ اسی لیے وہ روایت تو مقبول ہوتی ہے جس میں راوی کہے کہ مجھے صحابہؓ میں سے کسی نے روایت کی؛ کیوں کہ تمام صحابہؓ عدول ہیں اور ان میں سے کسی کا مجہول ہونا مضر نہیں ہے۔ لیکن تابعین کے باب میں ایسا نہیں ہے؛ پس مرسل روایت قابل قبول نہیں ہے کہ یہ مجہول راوی سے مروی ہے۔ مزید یہ کہ جب تک راوی کا نام معلوم نہ ہو، اس کی ثقاہت یا عدم ثقاہت کا فیصلہ ممکن نہیں تو یہ گویا انقطاع ہے۔[41]

تیسرا موقف: مرسل کے رد و قبول میں تفصیل

امام شافعی (م204ھ) نے مرسل کے رد و قبول میں تفصیل کا موقف اپنایا ہے۔ وہ اسے مطلقاً قبول کرتے ہیں اور نہ ہی کلی طور سے مسترد کرتے ہیں۔ انھوں نے مرسل کی قبولیت کو چند شرطوں سے مشروط کیا ہے جن میں بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ کبار تابعین سے مروی ہو؛ چناں چہ صغار تابعین کی مرسل روایات ان کے ہاں لائق التفات نہیں ہیں۔ کبار تابعین کی روایات کی قبولیت کے لیے مزید درج ذیل شرائط میں کسی ایک کا پایا جانا بھی ضروری ہے:

I. یہ مرسل کسی دوسرے طریق سے مسند روایت ہوئی ہو۔
II. یا کسی دوسری سند سے مروی مرسل روایت اس کی موافقت کرے۔
III. یا کسی صحابیؓ کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہو۔
IV. یا اہل علم نے اس کے مطابق فتویٰ دیا ہو۔[42]

یحیٰ بن شرف نووی (م676ھ) ان شرطوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

يَحْتَجُّ الشَّافِعِيّ بِالْمُرْسَلِ إِذَا اعْتَضَدَ بِأَحَدِ أَرْبَعَةِ أُمُورٍ: إِمَّا حَدِيثٌ مُسْنَدٌ، وَإِمَّا مُرْسَلٌ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ، وَإِمَّا قَوْلُ صَحَابِيٍّ، وَإِمَّا قَوْلُ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ[43]

”امام شافعی مرسل سے اس صورت میں استدلال کرتے ہیں جب ان چار امور میں سے کسی ایک سے اسے تقویت حاصل ہو: کسی حدیثِ مسند سے؛ یا کسی دوسرے طریق سے مروی مرسل روایت سے؛ یا قول صحابیؓ سے اور یا اکثر علما کے قول سے۔“

امام شافعی نے کبار تابعین کی مراسیل کی قبولیت کا سبب یہ بتلایا ہے کہ یہ اکثر صحابہ ہی سے روایت کرتے ہیں؛ مزید برآں ان کے زمانے میں زیادہ تر روایات صحیح ہوتی تھیں جب کہ بعد کے ادوار میں جھوٹ عام ہو گیا۔ دیگر تابعین کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ ان کی مرسل روایت قابل قبول نہیں ہے کیوں کہ یہ جس سے روایت کرتے تھے، اس کے متعلق بڑی چشم پوشی سے کام لیتے تھے؛ پھر ایسے دلائل بھی ملتے ہیں کہ ان کا مخرجِ روایت ضعیف تھا؛ علاوہ ازیں یہ ایسا اسلوب

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

اختیار کرتے جس سے بہ ظاہر یہ وہم ہوتا کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن در حقیقت اس کا راوی ایسے لوگوں میں ہوتا جس کی روایت نامقبول ہوتی۔

انھوں نے مزید لکھا ہے کہ جو بھی ہوش مندی اور علمی بصیرت سے غور کرے گا، وہ کبار تابعین کے بعد والے افراد کی مرسل روایت کو قبول کرتے ہوئے وحشت محسوس کرے گا۔[44]

حدیثِ مرسل کی حجیت اور ابن حزم

ابن حزم نے مرسل کی عدم حجیت کا موقف اختیار کیا ہے اور اس کے لیے متعدد دلائل پیش کیے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے مرسل کی حجیت کے دلائل پر نقد بھی کیا ہے۔ وہ مرسل کے ناقابل قبول ہونے کے متعلق لکھتے ہیں:

و هو غير مقبول، ولا تقوم به حجة[45]

"مرسل نامقبول ہے اور اس سے دلیل قائم نہیں ہوتی۔"

ابن حزم مرسل روایت کو باطل اور موضوع خبر قرار دیتے ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے:

نقطع و نبت بان كل خبر لم يات قط الا مرسلا، او لم يروه قط الا مجهول او مجرح ثابت الجرحة، فانه خبر باطل بلا شك موضوع، لم يقله رسول الله ﷺ[46]

"ہم پوری قطعیت کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ ہر وہ خبر جو صرف مرسل ہی روایت ہوئی ہے، یا اسے صرف مجہول راوی ہی نے روایت کیا ہے، یا ایسے مجروح راوی نے جس پر جرح ثابت ہو چکی ہے تو وہ بے شک وشبہہ باطل اور موضوع خبر ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے وہ بات ارشاد نہیں فرمائی۔"

ابن حزم مرسل روایات میں اس بنا پر کسی تفریق کے قائل نہیں ہیں کہ انھیں کبار تابعین نے روایت کیا ہے یا بعد میں آنے والوں نے۔ اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

و مرسل سعيد بن المسيب و مرسل الحسن البصري و غيرهما سواء[47]

"سعید بن مسیب اور حسن بصری کی مرسل روایات برابر ہیں۔"

اس کی توضیح مزید کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ ابو شہاب زہری (م124ھ) اپنی امامت اور جلالت قدر کے باوجود نعمان بن راشد سے بلا تحقیق مرسل روایت بیان کرتے ہیں۔ بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ روایت اہل کوفہ میں کسی سے لی تھی جب کہ زہری اہل کوفہ کی روایت کو پسندیدہ نہیں سمجھتے۔ اسی طرح محمد ابن سیرین (م110ھ) نے جب ایک مرسل روایت بیان کی اور ان سے پوچھا گیا کہ یہ کس سے سنی ہے؟ تو کہا کہ ایک زمانہ پہلے کسی سے سنی تھی لیکن اس کے بارے میں یاد نہیں کہ کون تھا۔ اس حوالے سے ابن حزم نے یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ یحیٰ بن سعید القطان (م198ھ) کے نزدیک امام مالک کی سعید بن مسیب سے اور سفیان ثوری کی ابراہیم نخعی سے مرسل روایات ضعیف ہیں۔ ابن حزم کہتے ہیں کہ جب زہری، محمد بن سیرین، سفیان ثوری اور مالک جو مراسیل میں حفظ و

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

احتیاط کے بلند مرتبے پر فائز تھے،ان کی مراسیل کا یہ مقام ہے تو کوئی بھی مرسل روایت پر اعتماد کر کے اپنی خیر خواہی نہیں کرے گا۔[48]

مرسل کی عدم حجیت پر ابن حزم کے دلائل

حدیثِ مرسل کے ناقابل قبول ہونے پر ابن حزم نے متعدد دلیلیں ذکر کی ہیں جن کا مختصر تذکرہ ذیل میں کیا جاتا ہے۔

1. قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے ابن حزم نے مرسل کو اس بنا پر رد کیا ہے کہ یہ مجہول سے مروی ہے جس کی ثقاہت یا عدم ثقاہت معلوم نہیں ہو سکتی۔اس کے لیے انھوں نے سورہ توبہ کی آیت: وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً۔۔ الآیۃ[49]اور سورہ حجرات کی آیت: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا ۔۔الآیۃ[50]کو دلیل بنایا ہے۔

ابن حزم کہتے ہیں کہ پہلی آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تفقہ فی الدین کے لیے نکلنے والے کے انذار کو قبول کرنا لازم ہے۔ یہ حقیقت معلوم ہے کہ دنیا میں دو طرح ہی کے لوگ ہیں: عادل یا فاسق؛اور دوسری آیت سے پتا چلتا ہے کہ فاسق کی خبر قبول کرنا حرام ہے؛ پس عادل ہی کا انذار قابل قبول ہو گا۔ مجہول شخص کے انذار کو قبول کرنا ہمارے لیے درست نہیں ہے حتیٰ کہ دین کے باب میں اس کا فہم درست ہو؛ تحمل حدیث میں اس کا حافظہ ٹھیک ہو اور اس کا عدم فسق ثابت ہو۔[51]

جب ارسال کرنے والے نے راوی کا نام حذف کر دیا تو وہ مجہول الحال ہے اور جو اس کی خبر قبول کرے گا، وہ دوسروں کو نادانستگی میں نقصان پہنچائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو فاسق کی خبر کو بلا تحقیق قبول کرے گا، وہ اپنے فعل پر نادم ہو گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرسل کو رد کرنا لازم ہے۔[52]

2. ابن حزم مرسل کو اس بنا پر بھی مسترد کرتے ہیں کہ یہ خدا پر بغیر علم بات کہنے کے مرادف ہے۔اس کے لیے انھوں نے درج ذیل دو آیتوں سے استدلال کیا ہے:[53]

I. وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ۚ إِنَّ ٱلسَّمْعَ وَٱلْبَصَرَ وَٱلْفُؤَادَ كُلُّ أُو۟لَٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔولًا[54]

”کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمھیں علم نہ ہو، یقیناً آنکھ، کان اور دل سب ہی کی باز پرس ہونی ہے۔“[55]

II. اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ الْفَحْشَآءِ وَ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ[56]

”شیطان تمھیں بدی اور فحش کا حکم دیتا ہے اور سکھاتا ہے کہ تم اللہ کے نام پر وہ باتیں کہو جن کے متعلق تمھیں علم نہیں ہے کہ وہ اللہ نے فرمائی ہیں۔“[57]

ابن حزم کا کہنا ہے کہ جس نے ایسے شخص کی خبر قبول کی جس کے بارے میں وہ نہیں جانتا کہ وہ کون ہے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول پر وہ بات کہی جس کا اسے کوئی علم نہیں ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔[58]مقصود یہ ہے کہ مرسل میں چوں کہ مجہول راوی ہوتا ہے اور اس کی عدالت و ثقاہت معلوم نہیں ہوتی، اس لیے اس کی خبر قبول کرنا خدا پر بغیر علم بات کہنے کے مترادف ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/journal.v4i1.302

3. ابن حزم کہتے ہیں کہ مرسل کو اس لیے بھی قبول نہیں کیا جاسکتا کہ خود رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بعض لوگ جھوٹ بولتے تھے اور باقاعدہ منافقین بھی موجود تھے جیسا کہ سورہ توبہ کی آیت 110 سے واضح ہے۔اس لیے جب کوئی مرسل روایت کرتا ہے تو معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے یہ کس سے لی ہے؟ کیا وہ ثقہ ہے یا نہیں؟ ممکن ہے وہ ثقہ ہو لیکن ضابط نہ ہو۔ مرسل میں مجہول راوی ہے، بنابریں اس سے استدلال جائز نہیں ہے اور ہر ایک پر لازم ہے کہ صرف اسی روایت کو قبول کرے جس کا نام اور عدالت وحفظ معلوم ہو۔[59]

قائلین حجیتِ مرسل اور ان کے دلائل پر ابن حزم کا نقد وتجزیہ

ابن حزم نے جہاں مرسل کے ناقابل استدلال اور مردود ہونے پر دلائل پیش کیے ہیں، وہیں اس کی قبولیت کے دلائل پر نقد بھی کیا ہے۔

- **دعوائے اجماع کی تردید**

مرسل کی قبولیت کے قائلین ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس پر اجماع ہے۔ اس کا دعویٰ ابو جعفر طبری (م 310ھ) نے کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام تابعین کا مرسل کے مقبول اور قابل عمل ہونے پر اتفاق ہے اور یہ سلسلہ دوسو برس تک جاری رہا۔انکارِ مرسل کی بدعت دوسو برس کے بعد ظاہر ہوئی۔[60]

ابن حزم اجماع کے اس دعوے کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قبول مرسل پر کسی دور میں اجماع ہوا ہی نہیں بل کہ تابعین ہی میں ایسے لوگ تھے جو اسے قبول نہیں کرتے تھے اور خبر دینے والے سے پوچھتے تھے کہ اسے کس نے خبر دی، یہاں تک کہ اسے نبی کریم ﷺ تک پہنچاتے تھے۔[61]

- **محذوف راوی صحابی ہی نہیں!**

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ تابعی نے یہ روایت کسی صحابیؓ سے سنی ہوگی اور محذوف راوی صحابی ہی ہوگا۔ لیکن ابن حزم نے اس پر ایک اہم نکتہ اٹھایا ہے کہ اگر تابعی نے وہ حدیث صحابی سے سنی ہوتی تو اس کا نام حذف نہ کرتا کیوں کہ صحابی سے ملاقات، خواہ وہ صغار صحابہؓ ہی میں کیوں نہ ہو، ایک عظیم شرف ہے تو اسے چھپانے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے وہ کوئی تابعی ہی ہوگا اور تابعین میں ثقہ اور ضعیف ہر طرح کے لوگ تھے؛ پس جب تک اس کا نام معلوم نہ ہو، اس کی ثقاہت یا عدم ثقاہت کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔[62]

- **مرسل سے مرسل کی تقویت**

امام شافعی مرسل روایت کو اس صورت میں قابل قبول سمجھتے ہیں جب کسی دوسری سند سے مرسل روایت اس کی تائید کرے لیکن ابن حزم نے اس بات کو بھی رد کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

المرسل فی نفسه لا تجب به حجة، فكيف يؤيد غيره ما لا يقوم بنفسه[63]

”مرسل فی نفسہ قابل احتجاج نہیں تو جو خود لائق استدلال نہ ہو وہ دوسری روایت کی موید کیوں کر ہوسکتی ہے؟“

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/journal.v4i1.302

- **قائلین حجیت مرسل کا تضاد**

ابن حزم نے حدیث مرسل کی حجیت کے قائلین، حنفیہ اور مالکیہ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ یہ حضرات مرسل کو حجت ماننے کے باوجود کئی مقامات پر مرسل کو رد کرتے ہیں۔[64] اس کی انھوں نے کئی مثالیں بھی پیش کی ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں۔

- مالکیہ نے قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کے متعلق ابو العالیہ (م 93ھ) کی مرسل روایت کو ترک کیا ہے حالاں کہ انھوں نے صحابہؓ کو پایا ہے اور اسی حدیث کی روایت میں حسن بصری، ابراہیم نخعی اور زہری ایسے تابعین بھی ان کے شریک ہیں۔[65]
- اسی طرح مالکیہ نے عروہ (م 94ھ) کی مرسل روایت کو بھی قبول نہیں کیا جس میں یہ بیان ہوا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو بیٹھ کر نماز پڑھائی جب کہ لوگ حالتِ قیام میں تھے۔[66]
- حنفیہ نے سعید بن مسیب (م 94ھ) کی مرسل روایت کو مسترد کیا ہے جس میں گوشت کے بدلے جانور کی بیع سے منع کیا گیا ہے حالاں کہ حضرت ابو بکرؓ کا عمل بھی اسی کے مطابق ہے۔[67]

ابن حزم مالکیہ اور احناف پر تناقض کا الزام لگاتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے بعض مسائل کے اثبات کے لیے تو مرسل سے استدلال کرتے ہیں جب کہ بعض میں اسے رد کرتے ہیں؛ بنا بریں یہ دونو گروہ خلقِ خدا میں مرسل کو سب سے زیادہ ترک کرنے والے ہیں، جب یہ ان کے امام کے مذہب اور رائے کے خلاف ہو۔[68]

لیکن مالکی اور حنفی علما نے ان مرسل روایات کے ترک کے اسباب بھی بتلائے ہیں۔ چناں چہ قہقہہ سے وضو ٹوٹنے والی ابو العالیہ کی روایت کے تعلق سے یہ وضاحت کی گئی ہے کہ یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف ہے کیوں کہ ان سب کا مدار ابو العالیہ پر ہے جن کا ارسال جمہور علما کے نزدیک ضعیف اور غیر مقبول ہے۔[69] دار قطنی (م 385ھ) نے امام ابن سیرین (م 110ھ) جو ابو العالیہ کو جانتے تھے، کا قول نقل کیا ہے کہ ابو العالیہ اور حسن بصری کی مراسیل قبول نہ کرو کہ انھیں اس کی کوئی پروا نہیں ہوتی کہ یہ کس سے روایت لے رہے ہیں۔[70] اور یہ بیان ہو چکا ہے کہ امام مالک صرف ضعیف مراسیل کو قبول نہیں کرتے۔

اسی طرح عروہ کی روایت کو ترک کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسند احادیث اور عمل اہل مدینہ کے خلاف ہے اور امام مالک کا یہ اصول ہے کہ جب مرسل روایت مسند اور متصل روایت یا عمل اہل مدینہ کے خلاف ہو گی تو اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔[71] امام مالک نے اس مرسل روایت سے پہلے دو مسند حدیثیں بیان کی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اگر امام بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدیوں کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا ہو گی۔[72]

حنفیہ کا کہنا ہے کہ گوشت کے بدلے جانور کی بیع درست ہے اور یہ ایسے ہی جیسے مثلاً نقدی کے بدلے جانور کی بیع کی جاتی ہے۔[73] گویا یہ روایت قیاس کے خلاف ہے۔ جہاں تک حضرت ابو بکرؓ کے عمل کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں شمس

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

الائمہ سرخسی (م490ھ) نے یہ وضاحت کی ہے کہ جس اونٹ کا گوشت فروخت کرنے سے منع کیا تھا، وہ صدقے کا تھا، اس لیے انھوں نے اسے بیچنے کو ناپسند جانا کہ وہ فقرا پر صدقہ کرنے کے لیے ذبح کیا تھا۔[74]

مرسل کی قبولیت اور ابن حزم

ابن حزم کا موقف بہ ظاہر یہی ہے کہ وہ مرسل روایت کو کلی طور پر مسترد اور ناقابل قبول قرار دیتے ہیں، تاہم دو صورتیں ایسی ہیں جن میں وہ مرسل حدیث کو قبول کرتے ہیں۔

1. اجماع سے تائید شدہ

ان میں پہلی صورت یہ ہے کہ مرسل روایت کی تائید اجماع سے ہوتی ہو۔ ابن حجر (م852ھ) لکھتے ہیں:

لا یقبل المرسل الا اذا وافقه الاجماع، فحینئذ یحصل الاسغناء عن السند، و یقبل المرسل، قاله ابن حزم[75]

"مرسل صرف اسی وقت قابل قبول ہو گی جب اجماع اس کے موافق ہو؛ اس صورت میں سند سے استغنا حاصل ہو جاتا ہے اور مرسل کو قبول کر لیا جاتا ہے۔ یہ ابن حزم کا قول ہے۔"

ابن حزم نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"بعض اوقات ایک حدیث مرسل ہوتی ہے مگر اس پر نسلاً بعد نسل یقینی اجماع منعقد ثابت ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے قرآن مجید کے مانند تمام لوگوں نے نقل کیا ہے۔ اس کی سند ذکر کرنے کی حاجت نہیں رہتی اور مرسل کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہوتا ہے کہ دونو صورتوں میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کی مثال حدیث لا وصیة لوارث ہے؛ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی نبوت کے بہت سے دلائل و معجزات، اگرچہ انھیں کئی لوگوں نے صحیح اسناد سے بھی روایت کیا ہے لیکن یہ تمام لوگوں کی نقل سے ثابت ہیں، جیسے: شق قمر اور یہ قرآن میں بھی مذکور ہے، آں حضرتؐ کا تھوڑا سا کھانا بہت سے لوگوں کو کھلانا، ایک پیالے کے تھوڑے سے پانی سے پورے لشکر کو پلانا، تبوک کے مقام پر ایک کنویں میں وضو کا پانی ڈالنا اور اس سے چشمے کا پھوٹ نکلنا، اہل حنین کی آنکھوں میں مٹی پھینکنا اور اس کا سب تک پہنچ جانا اور اس کا ذکر بھی قرآن مجید میں ہے۔ لیکن جس مرسل پر اجماع نہ ہو، وہ مسترد ہے جس کی وجہ ہم نے بیان کر دی کیوں کہ اس کی قبولیت پر سرے سے کوئی دلیل موجود نہیں ہے۔ وہ ان اقوال میں شامل ہے جن پر اجماع ہو جائے تو وہ قابل قبول ہوتے ہیں اور جب اختلاف ہو تو رد ہو جاتے ہیں۔"[76]

اس اقتباس سے واضح ہے کہ جن امور پر اجماع ہے، ان کے متعلق اگر کوئی مرسل روایت مروی ہو تو ابن حزم اسے قابل قبول سمجھتے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ تصریح کرتے ہیں کہ اس میں اصل اعتماد اجماع پر ہے نہ کہ اس مرسل روایت پر؛ اور اسی لیے اس کا وجود یا عدم یک ساں ہیں۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

2. قرآن مجید سے موافق

مرسل کی دوسری صورت جو ابن حزم کے ہاں معتبر قرار پائی ہے، وہ ہے جس کا مفہوم قرآن مجید کے موافق ہو۔ اس کی مثال وہ روایت ہے جسے ابن حزم نے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لاَ أُحِلُّ إِلاَّ مَا أَحَلَّ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ، وَلاَ أُحَرِّمُ إِلاَّ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فِي كِتَابِهِ

"میں وہی چیز حلال کرتا ہوں جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا ہے اور صرف اسی چیز کو حرام کہتا ہوں جسے اللہ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا ہے۔"

ابن حزم کہتے ہیں کہ یہ روایت مرسل ہے لیکن اس کا معنیٰ درست ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اس میں یہی بتلایا ہے کہ وہ اپنے پاس سے کچھ نہیں فرماتے جب تک کہ اللہ کی طرف سے آپؐ پر وحی نہ آجائے۔ اس سے آں حضور ﷺ نے قرآن مجید میں اللہ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ [77]

"وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔"[78]

اس طرح کتاب اللہ نے صراحت کر دی کہ آں حضرت ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔[79]

ابن حزم اس حدیث کو مرسل ہونے کے باوجود اس لیے قبول کرتے ہیں کہ اس کا مفہوم قرآن عزیز سے مکمل طور سے ہم آہنگ ہے۔ دیکھا جائے تو یہاں بھی اصل مدارِ قبولیت قرآن کریم ہے اور مرسل اس کے لیے محض ایک تائیدی حیثیت رکھتی ہے۔

حجیتِ مرسل: ابن حزم اور جمہور علما کی آرا کا موازنہ

حدیثِ مرسل سے متعلق ابن حزم اور دیگر اہل علم کے نقطہ ہائے نظر کے مطالعے سے درج ذیل امور مستنبط ہوتے ہیں:

1. حدیث مرسل کے متعلق متقدمین اور متاخرین کی تعریفوں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ متقدمین اسے منقطع کے معنی میں لیتے ہیں جب کہ متاخرین تابعی کی ایسی روایت کو مرسل قرار دیتے ہیں جسے وہ بہ راہ راست نبی اکرمؐ سے بیان کرے اور درمیان میں صحابی کا نام ذکر نہ کرے۔
2. مرسل کی حجیت کے ضمن میں جمہور فقہا کی رائے یہ ہے کہ یہ روایت قابل استدلال ہے۔ اس کے برعکس جمہور محدثین اسے کلی طور پر ناقابل قبول گردانتے ہیں۔
3. مرسل کے ردو قبول کے ضمن میں ابن حزم کا موقف جمہور محدثین: امام بخاری، امام مسلم، ابوزرعہ رازی، ترمذی، نسائی اور ابن خزیمہ وغیرھم کے مسلک سے مطابقت رکھتا ہے جو مرسل روایت کو یک سر مسترد کرتے ہیں۔
4. یہی وجہ ہے کہ مرسل کے مردود ہونے پر ابن حزم نے جن دلائل سے استدلال کیا ہے، وہ دیگر محدثین نے بھی پیش کیے ہیں؛ مثلاً ابن حزم نے سورہ حجرات کی آیت 6 سے استناد کیا ہے تو خطیب بغدادی[80] نے بھی اس سے دلیل لی ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

اسی طرح انھوں نے سورہ بقرہ کی آیت 169 اور سورہ اسراء کی آیت 36 کو بہ طور دلیل پیش کیا ہے تو ابوالمظفر سمعانی نے بھی قواطع الادلۃ میں ان سے مرسل کی عدم حجیت پر استشہاد کیا ہے۔[81]

5. ابن حزم نے دو صورتوں میں مرسل کو قابل قبول گردانا ہے۔ اس سے بعض اہل علم نے یہ اخذ کیا ہے کہ ان کا موقف امام شافعی کے مسلک سے ایک حد تک اشتراک رکھتا ہے جو بعض تائیدی امور کی موجودگی میں مرسل کو حجت مانتے ہیں۔[82] لیکن دونو کا تقابل کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ابن حزم اور امام شافعی کے نقطہ ہائے نظر میں کوئی خاص اشتراک نہیں پایا جاتا کہ امام شافعی اپنی خاص شرائط کے ساتھ باقاعدہ طور سے مرسل روایت کو قبول کرتے ہیں، مثلاً جب مرسل روایت دوسری مستقل سند سے مروی ہو تو ان کے نزدیک وہ قابل حجت ہے لیکن ابن حزم جن صورتوں میں بہ ظاہر مرسل کو قبول کرتے ہیں تو ان میں بھی اصل اعتماد مرسل روایت پر نہیں بل کہ دیگر امور مثلاً اجماع یا قرآن مجید پر ہوتا ہے۔ اسی لیے وہ صرحتاً کہتے ہیں کہ ان صورتوں میں مرسل روایت ہو یا نہ ہو، اس سے کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

6. امام شافعی کے برخلاف ابن حزم تمام تابعین کی مرسل روایات کو رد کرتے ہیں، خواہ تابعی بڑا ہو یا چھوٹا جب امام شافعی کبار تابعین کی مرسل روایات کو قابل استدلال قرار دیتے ہیں۔

7. ابن حزم مرسل کو قابل حجت سمجھنے والوں: حنفیہ اور مالکیہ کے دلائل پر نقد کرتے ہیں اور انھیں تضاد اور تناقض کا مرتکب قرار دیتے ہیں اگرچہ ان کے اعتراضات کے اصولی جوابات قائلین حجیت مرسل کے ہاں موجود ہیں۔

حوالہ جات

[1] محمد بن احمد شمس الدین ذہبی، **تذکرۃ الحفاظ** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س ن)3:1150۔

[2] محمد بن مکرم ابن منظور، **لسان العرب** (بیروت، دار صادر، س ن)1/213۔

[3] مریم 19:83۔

[4] احمد بن علی ابن حجر، **النکت علی کتاب ابن الصلاح** (المدینۃ المنورۃ: الجامعۃ الاسلامیۃ، 1984ء)، 2:245۔

[5] محمد بن مکرم ابن منظور، **لسان العرب**، 1:214۔

[6] احمد بن فارس، **معجم مقاییس اللغۃ** (بیروت: دار الفکر للطباعۃ والنشر والتوزیع، 1979ء)، 2:392۔

[7] ابو بکر خطیب البغدادی، **الکفایۃ فی علم الروایۃ** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2006ء)، 384۔

[8] ابوداؤد سلیمان بن اشعث، **السنن** (الریاض: دار السلام، 1999ء)، حدیث: 886۔

[9] شمس الحق عظیم آبادی، **عون المعبود** (الریاض: دار السلام، 2005ء)، 3:105۔

[10] محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی، **فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث** (الریاض: مکتبۃ دار المنہاج، 1426ھ)، 1:159۔

[11] یحیٰ بن شرف نووی، **المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج** (مصر: مؤسسۃ قرطبۃ، 1994ء)، 1:54۔

[12] محمد بن علی شوکانی، **ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول** (بیروت: مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ، 1415ھ)، 119۔

[13] محمد بن عبد اللہ حاکم، **معرفۃ علوم الحدیث** (بیروت: دار ابن حزم، 2003ھ)، 167۔

[14] احمد بن علی ابن حجر، **نزھۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر** (بیروت: دار ابن کثیر، 2001ء)، 84۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/journal.v4i1.302

[15] ابو بکر خطیب البغدادی، **الکفایۃ فی علم الروایۃ**، 384۔

[16] یحیٰی بن شرف نووی، **المنہاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج**، 1:54۔

[17] عثمان بن عبد الرحمٰن ابن الصلاح، **مقدمۃ ابن الصلاح فی علوم الحدیث** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س ن)، 202۔

[18] احمد بن علی ابن حجر، **النکت علی کتاب ابن الصلاح**، 2:543۔

[19] علی بن احمد ابن حزم، **الاحکام فی اصول الاُحکام** (بیروت: منشورات دار الآفاق الجدیدۃ، س ن)2:2۔

[20] علی بن احمد ابن حزم، **المحلیٰ بالآثار** (بیروت: دار الفکر، س ن)1:51۔

[21] علی بن احمد ابن حزم، **النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1985ء)، 28۔

[22] علی بن احمد ابن حزم، **حجۃ الوداع** (اردن: بیت الافکار الدولیۃ، 1998ء)، 293۔

[23] سیف الدین آمدی، **الاحکام فی اصول الاحکام** (الریاض: دار الصمیعی، 144ھ)، 2:136۔

[24] یوسف ابن عبد البر، **التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید** (المغرب: وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، 1387ھ)، 1:2۔

[25] ابو الولید سلیمان الباجی، **الاشارۃ فی معرفۃ الاصول والوجازۃ فی معنی الدلیل** (بیروت: دار البشائر الاسلامیۃ، س ن)، 241۔

[26] علاء الدین عبد العزیز بخاری، **کشف الاسرار** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س ن)، 3:2۔

[27] عبد الرحمٰن ابن رجب، **شرح علل الترمذی** (دمشق: دار المنہاج القدیم، 1440ھ)، 1:239۔

[28] التوبۃ: 122۔

[29] ابو الاعلیٰ مودودی، **ترجمہ قرآن مجید** (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2009ء)، 529۔

[30] حافظ الدین نسفی، **کشف الاسرار** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، س ن)، 2:42۔

[31] الحجرات: 6۔

[32] ابو الاعلیٰ مودودی، **ترجمہ قرآن مجید**، 1309۔

[33] صلاح الدین العلائی، **جامع التحصیل فی احکام المراسیل** (دار النھضۃ العربیۃ، 1407ھ)، 66۔

[34] محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح** (الریاض: دار السلام، 1999ھ)، حدیث: 104۔

[35] صلاح الدین العلائی، **جامع التحصیل فی احکام المراسیل**، 65۔

[36] علی بن عمر دار قطنی، **السنن** (بیروت: دار المعرفۃ، 1422ھ)، 4:207۔

[37] محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی، **فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث**، 1:164۔

[38] مسلم بن حجاج قشیری، **الصحیح** (الریاض، دار السلام، 1999ء)، 30۔

[39] ابو عیسیٰ ترمذی، **السنن** (بیروت: دار السلام، 1996ھ)، 6:247۔

[40] صلاح الدین العلائی، **جامع التحصیل فی احکام المراسیل**، 30۔

[41] ابو بکر خطیب البغدادی، **الکفایۃ فی علم الروایۃ**، 415۔؛ حافظ الدین نسفی، **کشف الاسرار**، 3:3۔

[42] محمد بن ادریس شافعی، **الرسالۃ** (مصر: مصطفی البابی الحلبی، 1358ھ)، 462۔

[43] یحیٰی بن شرف نووی، **المجموع** (جدہ: مکتبۃ الارشاد، س ن)، 6:206۔

[44] محمد بن ادریس شافعی، **الرسالۃ**، 466-467۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/journal.v4i1.302

[45] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 2:2۔

[46] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 1:136۔

[47] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 2:2۔

[48] ایضاً، 2:6-5۔

[49] التوبۃ: 122۔

[50] الحجرات: 6۔

[51] علی بن احمد ابن حزم، **المحلیٰ بالآثار**، 1:51۔

[52] علی بن احمد ابن حزم، **النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین**، 31۔

[53] علی بن احمد ابن حزم، **المحلیٰ بالآثار**، 1:51۔؛ علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 2:70۔

[54] الاسراء: 36۔

[55] ابوالاعلیٰ مودودی، **ترجمہ قرآن مجید**، 727۔

[56] البقرۃ: 169۔

[57] ابوالاعلیٰ مودودی، **ترجمہ قرآن مجید**، 75۔

[58] علی بن احمد ابن حزم، **النبذۃ الکافیۃ فی احکام اصول الدین**، 30۔

[59] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 2:4۔

[60] ابوالولید سلیمان الباجی، **احکام الفصول فی احکام الاصول** (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1995ء)، 350۔

[61] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 1:113۔

[62] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 2:2۔

[63] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 2:55۔

[64] ایضاً، 2:4۔

[65] ابوداؤد، **المراسیل** (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1988ء)، 75۔

[66] مالک بن انس، **الموطا** (مصر: مصطفی البابی الحلبی، 1985ء)، 1:136۔

[67] مالک بن انس، **الموطا**، 2:655۔

[68] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**، 2:5۔

[69] احمد بن حسین بیہقی، **معرفۃ السنن والآثار** (مصر: المجلس الاعلیٰ للشؤون الاسلامیۃ، 1969ء)، 1:386۔

[70] علی بن عمر دار قطنی، **السنن**، 1:171۔

[71] صلاح الدین العلائی، **جامع التحصیل فی احکام المراسیل**، 29۔

[72] مالک بن انس، **الموطا**، 1:135۔

[73] محمد زکریا کاندھلوی، **اوجز المسالک** (دمشق، دار القلم، 2003ء)، 13:40۔

[74] محمد احمد السرخسی، **المبسوط** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1991ء)، 11:227

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol.3 | Issue 2 |Jan – Jun 2020
DOI: 10.33195/iournal.v4i1.302

[75] احمد بن علی ابن حجر، **النکت علیٰ کتاب ابن الصلاح**،2:552۔

[76] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**،2:70۔

[77] النجم:3-4۔

[78] ابوالاعلیٰ مودودی، **ترجمہ قرآن مجید**،1341۔

[79] علی بن احمد ابن حزم، **الإحکام فی اصول الأحکام**،2:77۔

[80] احمد بن علی خطیب البغدادی، **الرحلۃ فی طلب الحدیث** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1395ھ)،87۔

[81] ابوالمظفر منصور بن محمد سمعانی، **قواطع الادلۃ فی الاصول** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1997ء)،1:380۔

[82] محمد ابو زہرہ، **ابن حزم حیاتہ وعصرہ آراؤہ وفقھہ** (القاہرہ: دار الفکر العربی،1978ء)،268۔